جناب سید العارفین صاحب (راحت آباد پشاور)

رسول کریم ﷺ بحیثیت حکمران

رسول کریم ﷺ کی پوری زندگی بحیثیت حکمران مسلمانوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی ذات میں وہ تمام قائدانہ صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں جو کسی کامیاب حکمران کیلئے نہایت ضروری ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی نگاہ میں سارے لوگ یکساں رہے اور آپ ﷺ سب کے خیر خواہ تھے۔ آپ ﷺ نے دنیا کے انسانوں کی ہدایت کیلئے جہاں اعلیٰ تعلیمات پیش کیں وہاں ایسے اصول اور قوانین بھی وضع فرمائے جن میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ آپ ﷺ پوری انسانی تاریخ اور اسلامی تاریخ میں وہ واحد حکمران ہیں جنکی اصولی حکمرانی امن اور محبت کامیابی و سرفرازی کا ضامن ہے۔ کامیاب حکمران کی نشانی یہ ہے کہ وہ مشکل ترین اور کٹھن حالات میں قوم کی صحیح اور بروقت رہنمائی کرے۔ آپ ﷺ نے انتہائی نامساعد حالات میں ایک عمدہ، اعلیٰ اور مثالی حکومت کی بنیاد رکھ کر بہت قلیل عرصے میں اس مملکت نوزائیدہ کو ہر اعتبار سے استحکام دیا اور کامیاب حکمرانی کا عملی نمونہ پیش فرمایا جو مختصراً کچھ یوں ہے:

(۱) تعلیمی میدان میں: رسول کریم ﷺ نے سب سے پہلے انسان سازی پر توجہ دی اور اس کیلئے تعلیم و تربیت کو ذریعہ بنایا، کیونکہ نظام حیات کی کامیابی کا تمام تر انحصار اس کے نظام تعلیم و تربیت پر ہوتا ہے۔ آپ قوم کو جس راستے پر ڈالنا چاہینگے اس کے مطابق تعلیم و تربیت دینا ضروری ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو تعلیم و تربیت، توحید و فکر آخرت کے نظریے کے مطابق کیا۔

"اقراء باسم ربک الذی خلق" یہ قرآن حکیم کی پہلی وحی ہے جس سے شریعت اسلامیہ میں تعلیم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تعلیم و تعلم کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے دوسری جگہ استفہام انکاری کے اسلوب میں فرمایا گیا "هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" قرآن کریم نے عالم و جاہل کو برابر قرار نہ دیکر علم کے بلند رتبے کو واضح فرمایا۔ اسلامی معاشرے میں ہر فرد کا حق نہیں بلکہ فرض ہوتا ہے کہ وہ علم حاصل کرے جیسا کہ حدیث نبوی

میں ارشاد ہے :"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃٍ"دوسری جگہ فرمایا گیا ہے :"انما بعثت معلماً"ھجرت مدینہ کے بعد جب رسول کریم ﷺ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر کی تو ایک حصہ درس وتدریس (تعلیم گاہ) کیلئے مخصوص کیا جو صفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دینی تعلیم وتربیت سب سے اول اور افضل ہے۔ جنگ بدر میں قیدیوں سے فدیہ طلب کرنے کی بجائے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ہر قیدی دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا، پڑھنا سکھادے۔ رسول کریم ﷺ کی اسی توجہ (جو آپؐ نے تعلیم پر دی) کی وجہ سے آپ کے اصحاب گرامی بھی پوری دنیا میں تعلیمی انقلاب لائے۔ انہوں نے جہالت' تاریکی کے خلاف ایک طویل اور کامیاب جہاد کرکے صرف جزیرہ عرب نہیں بلکہ تمام عالم کو منور کیا۔ ان کے بعد بھی امت مسلمہ نے تعلیم وتحقیق کا راستہ اپنایا، اگرچہ بڑے بڑے مدوجزر آئے مگر تعلیمی سفر کا سلسلہ جاری رہا۔ آج کی یہ شاندار جدید سائنسی ایجادات واختراعات اور صناعات کی بنیاد اسی تعلیم کا ثمرہ ہے۔ افسوس یہ ہے کہ امت مسلمہ نے کئی دھائیوں سے دین اور دینی تعلیم وتربیت، تفکر اور تدبر سے منہ موڑ لیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ ہم اقوام عالم میں پست اور سرنگوں ہیں۔ پس چہ باید کرد۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا رب قادر مطلق ہے، اس لئے فوراً رب کائنات کی طرف رجوع کرے ہمت، بہادری اور توکل کے ساتھ تحقیق، جستجو شروع کریں اور رب کے سامنے اپنی مخلصانہ ندامت کا اقرار کریں اور یہ گویا اب میدان جنگ ہے۔ میدان جنگ میں گھوڑے تیار نہیں کئے جاتے، اب صرف اللہ تعالیٰ کی امداد ہی سے فتح ممکن ہے، لیکن یہ امداد بشرط توبہ نصوحاً آئیگی۔ اسلامی تعلیم وتربیت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں :

مشہور مقرر برک پارلیمنٹ میں تقریر کررہا تھا اور اس کا بھائی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کسی ممبر نے اس کا شانہ ہلا کر پوچھا۔ کس سوچ میں ہو خیر تو ہے ؟اس نے جواب دیا :"برک میرا بھائی ہے میں سوچ رہا ہوں کہ اس نے کس طرح ہمارے سارے خاندان کی دماغی قوت پر قبضہ کرلیا ہے۔ ممبر نے دوسرا سوال کیا۔ پھر کس نتیجہ پر پہنچے ؟جواب ملا : اس نتیجہ پر کہ جب ہم کھیل میں یا گپ شپ میں مشغول ہوتے تھے یہ کسی نہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوتا تھا۔

(۲) اخلاقی تربیت : "انمابعثت لاتمم مکارم الاخلاق" رسول کریم ﷺ کی بعثت ایک ایسے معاشرے میں ہوئی جسکی حالت ہر اعتبار سے ابتر تھی لیکن آپ ﷺ نے اپنے مضبوط اور آہنی ارادے سے اور توکل علی اللہ سے حالات کا مقابلہ جرأت ایمانی سے کیا اور آپ کی کوشش یہ رہی کہ افراد کی باطنی (معنوی) و ظاہری تربیت ہو۔ آپ ﷺ اچھی طرح جانتے تھے کہ معاشرے میں اس وقت تک کوئی عظیم تبدیلی نہیں آسکتی جب تک لوگوں کے دلوں میں فکر آخرت کی بنیاد پر اخلاقی اقدار کی آبیاری نہ کی جائے اور مادہ پرستی کے تمام رجحانات کی حوصلہ شکنی اور قلع وقمع نہ ہو۔ یہ بات قابل غور ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی انسانی اوصاف واخلاق کا ذکر موجود ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اسلامی تعلیم نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال اور توازن کا ایک ایسا راستہ اپنایا ہے کہ اگر اس پر عمل ہو جائے تو بلاشک معاشرے میں امن وسکون اور محبت واخوت کا دور دورہ ہوگا۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت حکمران ایک ایسے مثالی معاشرے کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا جس کے ہر پہلو میں باہمی ہمدردی، احسان وایثار، شجاعت وبہادری، صبر وشکر، حلم وبردباری، عفو ودرگذر، سخاوت اور فیاضی، حسن خلق اور صدق وحیا جیسی صفات مجتمع تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دی۔ اپنی حکومتی مشنیری کو ہمیشہ تبلیغ ودعوت، تزکیہ نفس پر مامور کیا۔ غیر مسلموں کو دعوت الی اللہ دینے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی عبادات اور ایمانیات میں پختگی پیدا کرنے کی کوشش کے علاوہ اخلاقیات عالیہ کا درس دیا جاتا رہا۔ کیونکہ اسلام نے ایمانیات کو اولیت اور فوقیت دی ہے لیکن بہترین اعمال کی نشانی کو بہترین اخلاق قرار دیا گیا ہے اور اسلام کے پھیل جانے کا مؤثر ترین ذریعہ بھی مسلمانوں کا اعلیٰ اخلاق اور کردار رہا۔ ہر آدمی اپنے دین وطن کا نمائندہ، سفیر وداعی ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے معاملات، معاشیات اور معاشرت میں حسن اخلاق کا نمونہ پیش کریں تو بلاشک ہم دعوت دین کی خدمت خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق مستقل اور مسلسل حکم موجود ہے "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر "(ویسارعون فی الخیرات (الآیة) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

کا فریضہ وہی انجام دے سکتے ہیں جو خود اعلیٰ کردار و اخلاق کے حامل ہوں۔ مسلمان کو ان صفات سے معمور ہونا لازمی ہے کیونکہ قیامت تک مسلمان کا یہی فریضہ منصبی ہے یہ فریضہ عالم کی حیثیت ،ڈاکٹر، انجینئر، جیالوسٹ اور کوئی بھی حیثیت سے ہو اس پر واجب ہے۔

(۳) اہل لوگوں کو امانت دینا۔ اور انکو مناصب پر فائز کرنا: قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے :"ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها" اس آیت کریمہ میں لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال ہوا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امانت کا مفہوم صرف مال کی حفاظت تک محدود نہیں جسے عام طور پر امانت کہا جاتا ہے یا سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ لفظ ایک وسیع معنی پر مشتمل ہے جس میں حکومتی عہدے اور مناصب بھی شامل ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں انکے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ عزل و نصب کے اختیارات ہیں۔ شریعت کی رو سے ان کیلئے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ یا منصب کسی ایسے شخص کے حوالے کردیں جو اپنی علمی و عملی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں، بلکہ لازم ہے کہ اپنے دائرہ حکومت میں مستحق افراد کو تلاش کریں۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی بنیاد پر بغیر اہلیت کے دیا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض قبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے"(جمع الفوائد، ص ۳۲۵) امانت کی کئی قسمیں ہیں : ایک یہ ہے حدیث مبارک ہے کہ "المجالس بالامانة" یعنی مجلسیں امانتداری کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ مطلب یہ کہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اس مجلس کی امانت ہے۔ اھل مجلس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں۔ دوسری قسم حدیث مبارک ہے "المستشار مؤتمن" یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو، بصورت دیگر امانت میں خیانت ہو گی۔

رسول کریم ﷺ نے اپنے دور میں مناصب اھل لوگوں میں تقسیم کئے اور جب ایک موقع پر ابوذر غفاریؓ نے رسول کریم ﷺ سے حکومت کے کسی منصب کیلئے درخواست کی تو اس

کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "حکومت کا یہ منصب ایک امانت ہے اور آپ کمزور آدمی ہیں ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا آپ کے بس میں نہیں" چنانچہ وہ منصب ان کو سپرد نہیں کیا گیا۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "جب امانت کو ضائع ہوتا دیکھو تو قیامت یا تباہی کی گھڑی کا انتظار کرو۔ کسی نے عرض کیا حضور ﷺ امانت کے ضیاع ہونے کا مطلب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جب امارت یا امور حکومت کے مناصب نااہل افراد کو سونپے جائیں تو قیامت یا تباہی و بربادی کی گھڑی کا انتظار کرو" اب اگر ہم قوم کی تربیت ان تعلیمات کی روشنی میں کریں تو معاشرے میں اصلاح کی انقلابی بہت بڑی تبدیلی آئے۔ اسکا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اندرونی انٹیلی جنٹس کی ضرورت کم ہو کہ اخراجات میں بچت ہوگی اور قومی رازوں کے افشا ہونے کا راستہ محفوظ ترین بن جائے گا۔

شوریٰ اور مشاورت : اس کے باوجود کہ رسول کریم ﷺ عقل و فراست میں تمام عالم کے عقل سے بالا اور اعلیٰ تھے اور آپ ﷺ نزول وحی کی وجہ سے کلیۃً مشورہ سے متسغنی تھے مگر امت کی تعلیم اور مشورے کی افادیت کے پیش نظر اور آئندہ قائدین اور حکمرانوں کی رہنمائی کیلئے آنحضرت محمد ﷺ کو ارشاد فرمایا گیا کہ "وشاورھم فی الامر" محسن انسانیت نے اس حکم ربانی پر پورا عمل کر کے مسلمانوں کو راستہ دکھادیا اور خود بھی اس پر سختی سے کاربند رہے۔ آپ ﷺ نے ہر فیصلہ کرنے سے پہلے ایسے اشخاص سے مشورہ کیا جو مشورہ دینے کے اہل ہوتے۔ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں "مارأیت احداً اکثر مشورہ من رسول اللہ ﷺ" "آنحضرت محمد ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا" رسول کریم ﷺ ہر موقع پر اپنے عزیز صحابہ کرامؓ سے مشورے کرتے رہے، مثلاً غزوہ بدر کے موقع پر اسلامی فوج جس جگہ خیمہ زن تھی اس جگہ کے متعلق حباب بن منذر نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ "کیا اس جگہ کا تعین وحی سے کیا گیا ہے یا جنگی تدبر اور آپؐ کی ذاتی رائے ہے؟ اگر پہلی صورت ہے تو "امنا وسلمنا" اگر دوسرا پہلو ہے تو جنگی حکمت عملی اس کا یہ ہے کہ ہم پانی کے چشموں پر قبضہ کرلیں تاکہ دشمن کو ضرورت کے وقت پانی میسر نہ ہو۔ حضور ﷺ نے انکی اس تجویز کو پسند فرما کر اس پر عمل کیا۔ اسی طرح بدر کے قیدیوں کے متعلق فیصلہ کرنے میں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورے کیے،

غزوہ اُحد اور غزوہ خندق کے موقع پر بھی مشورے فرماتے رہے جن کی تفاصیل کتب سیرت میں موجود ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مشورے میں فرد اور قوم کی ہر گونہ کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی مسئلے کے تمام پہلو روشن ہو جاتے ہیں اور اس کو قبولیت عام مل جاتی ہے جس کے بعد ہر فرد اسی حکمت عملی کو کامیاب بنانے کیلئے سر توڑ کوشش کرتا ہے......

آج بھی ہمارے حکمرانوں کو ملکی اور بین الاقوامی بحرانوں سے نکلنے کیلئے اسی اسوہ حسنہ کو اپنانا چاہیئے۔ اپنی ذاتی، گروہی، مسلکی، رائے اور مفادات کو کسی صورت میں دوسروں پر مسلط نہ کی جائے بلکہ سب کاموں میں اھل علم و دانش کے مشورے کو اہمیت دی جائے۔ مغرب کی اندھی تقلید کو چھوڑنا چاہیئے جہاں رائے دینے میں صاحب علم و بصیرت اور جاہل یکساں حق رکھتے ہے ہمارے ملک میں شورائی نظام کا ایک تجربہ مرحوم ضیاء الحق ؒ کے دور میں ہوا لیکن بیوروکریسی کی سازش اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے اراکین شوریٰ کے انتخاب میں کوتاہیاں ہوئیں جس کا اقرار خود ضیاء صاحب نے کیا۔ شورائی نظام کی بدولت اخراجات میں کمی واقع ہو جاتی ہے ہر میدان میں ماہر لوگوں کی شمولیت کی بدولت صحیح سمت میں اقدامات کی امید ہوتی ہے......

اقتصادی میدان میں : رسول اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ کی اسلامی ریاست اپنے آغاز میں معاشی مشکلات سے دوچار ہے، مہاجرین مکہ کی تجارت منقطع ہو چکی ہے اور انصار مدینہ پر بڑی حد تک یہودیوں کی معاشی بالادستی قائم ہے تو انہوں نے اسلامی مملکت کی بقا اور باہمی امداد کی بنیاد پر جو فوری قدم اٹھایا اسے مواخات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک بڑی معاشی بحران پر قابو پالیا گیا اس کے بعد آہستہ آہستہ سودی کاروبار کے خاتمے کیلئے اقدامات ہوتے رہیں۔ یہاں تک کہ سود کا خاتمہ کر کے غیروں کی اجارہ داری ختم فرمائی اسی طرح تجارتی راستے پر آزاد قبائل سے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) امن کا معاہدہ کیا جس کے نتیجے میں مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور غیروں کی غلامی سے نجات پا گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے تجارتی بدعنوانیوں کی روک تھام کیلئے مختلف افراد کو بازاروں میں نگران مقرر کئے۔ ذرائع نقل و حمل کو آسان بنا دیا۔ پیامبر اسلام نے تجارت کے ساتھ ساتھ زراعت پر بھی خاص توجہ دی اور اسکی ترقی کیلئے دور رس اقدامات

فرمائے۔ آپ ﷺ نے مدینہ کی بنجر زمینوں کو سرکاری تحویل میں لیکر انکو زرخیز بنادیا۔ کچھ زمینوں کو ضرورت مندوں پر تقسیم کیا تاکہ وہ انکو آباد کر کے ذریعہ معاش بنائیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے "جو شخص کسی مردہ زمین کو آباد کرے وہ اسکی ملکیت ہے" اسیطرح حیوانات کی افزائش اور پرورش کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے مؤثر اقدامات فرمائے اور بڑی دلچسپی سے اس شعبے کو فروغ دیا یہاں تک کہ خود بھی جانور پالے، مد... آپکے پاس کئی دودھ دینے والی اونٹیاں اور بکریاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" جن لوگوں کے ہاں بکری ہے انکے ہاں برکت ہے" رسول کریم ﷺ نے پرانی چراگاہوں کی از سرنو حفاظت کی اور نئی چراگاہوں کو آباد کرنے کا اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے حمی کے درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا۔ آج ہم اپنے معاشی نظام میں بری طرح ناکام ہیں کیونکہ سودی نظام کا شکنجہ، فضول خرچیوں کا شوق، غیر ضروری اخراجات اور قرضوں میں ہم محصور ہیں۔ ہماری حالت اب یہ ہو چکی ہے کہ ہم دو کروڑ روپے فی گھنٹہ کے حساب سے سود ادا کر رہے ہیں، یہ الٰہی احکام سے روگردانی کی سزا ہے اور اسوۂ حسنہ کے مخالف عمل کا نتیجہ ہے۔

بیت المال کا قیام : کوئی حکومت بغیر دولت کے قائم نہیں رہ سکتی، خزانہ بہت اہم چیز ہے۔ بیت المال اسلامی حکومت کے خزانے کا اصطلاحی نام ہے، حکومت جو کچھ وصول کرتی ہے وہ اس میں آتا ہے اور جو کچھ خرچ کرتی ہے وہ اسی میں سے کرتی ہے۔ محاصل (ٹیکسیں) جو بیت المال کے ذرائع آمدنی ہیں صرف حکومت کے اخراجات پورا کرنے کیلئے نہیں بلکہ اس کا بڑا مقصد معاشی توازن کا قیام بھی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے :

"ماافاء الله علی رسوله من اهل القری فلله وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم"

بعض محاصل میں اللہ تعالٰی نے حکمرانوں کو بھی کمی وبیشی کا اختیار نہیں دیا ہے جیسے عشر وزکوۃ چونکہ زکوۃ اور عشر عبادات میں داخل ہیں اور عبادات میں کسی قسم کی تبدیلی کا حق کسی امتی کو نہیں ہے۔ اسلام دولت اور ذرائع دولت دونوں کو اللہ تعالٰی کے ملک قرار دیتا ہے۔ انسان اس کا مالک نہیں بلکہ ظاہراً قابض ہیں اس لئے لازم ہے کہ وہ جتنے تصرفات اس میں کرتا ہے وہ احکام شریعت کے مطابق

ہوں۔ ان احکام کی خلاف ورزی جرم ہے۔ حکومت بھی اس آمدنی میں وہی تصرفات کر سکتی ہے جو قوانین شریعت کے مطابق ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فلاحی کاموں کیلئے بیت المال کی بنیاد رکھی اور مختلف ذرائع سے حاصل شدہ رقم کو بیت المال میں جمع کر کے لوگوں کو ضرورت کے وقت دیا کرتے تھے۔ رفاہی کاموں میں خرچ کئے۔ عطیات بھی اسلام میں محبوب فعل ہے مثلاً حضرت عثمانؓ نے رسول اکرم ﷺ کے خواہش پر مدینہ میں پانی کا انتظام کیا۔ انصار مدینہ نے باغات اور زمین مہاجرین میں عطیات کی شکل میں تقسیم کیے۔ ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کیلئے کپڑے مسلمانوں کے عطیات سے فراہم کیے گئے۔

داخلی اور خارجی امن واستحکام : رسول کریم ﷺ نے اسلامی ریاست کے داخلی امن پر پوری توجہ دی۔ قوموں کے حقوق اور فرائض کا تعین فرمایا۔ افراد کے حقوق اور ان کے واجبات کو یقینی بنایا۔ فساد کرنے والوں کے خلاف سخت کاروائی فرمائی۔ آپ ﷺ نے حکومتی اداروں کو مضبوط کیا۔ نظام زکوۃ، بیت المال، عدل کی فراہمی، احتساب، خدمت خلق کو عملاً نافذ کر دیا اور ہر جگہ آپ نے مقامی آدمیوں کی تقرری فرمائی تاکہ اخراجات بھی کم ہوں اور مسائل بھی واقفیت کی بنا پر حل ہوں۔ بعض حقوق و فرائض ایسے ہوتے ہیں جو قومی یا علاقائی نوعیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر ان کی طرف صحیح اور بروقت توجہ نہ دی جائے تو ملک میں عدم استحکام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں رسول کریم ﷺ نے ابتدا ہی سے خصوصی توجہ فرمائی۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھتے ہی مختلف قبائل کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ نے انصاف رسانی کا انتہائی مستحکم ادارہ قائم فرمایا جس کے تحت ہر بڑے چھوٹے، امیر وغریب، کو عدل کی بنیادوں پر انصاف مہیا کیا جاتا تھا، اسکی مثال خود نبی کریم ﷺ نے قائم فرمائی چنانچہ ایک مرتبہ اپنی آخری عمر میں آپ نے اعلان فرمایا کہ مجھ پر کسی کا حق ہو تو وہ طلب کر لے اور جس کسی کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہو، وہ مجھ سے انتقام لے، آپ ﷺ نے سب کو بلا تفریق انصاف مہیا کیا، چنانچہ سب لوگ مسلم اور غیر مسلم آپ کی طرف رجوع کر کے آپ سے بخوشی فیصلے کراتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے اسلامی ریاست کے داخلی استحکام کو بحال رکھنے کے ساتھ ساتھ بیرونی خطرات سے

مدافعت کا انتظام بھی فرمایا۔ آپ ﷺ نے جدید ترین ہتھیار حاصل کیے اور ان کا استعمال بھی فرمایا۔ آپ نے کھیلوں اور ورزشوں کی حوصلہ افزائی فرمائی جو جنگ کیلئے مفید ہو سکتی ہیں مثلاً نیزہ بازی، تیر اندازی اور تیراکی گھوڑ سواری وغیرہ۔ آپ ﷺ نے مخالفین کی معاندانہ سرگرمیوں کی اطلاع حاصل کرنے کیلئے جاسوسی کا انتظام فرمایا تھا۔ ابن ھشام نے لکھا ہے کہ قبیلہ بنو خزاعہ آپ ﷺ کیلئے جاسوسی بھی کرتا تھا۔ شامی میں ہے کہ غزوہ خندق کے محاصرے میں قریش کی مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں کی اطلاع بھی بنو خزاعہ نے نبی کریم ﷺ تک پہنچائی تھی۔ خارجی امن واستحکام کے ضمن میں آنحضرت محمد ﷺ کے وہ معاہدے بھی شامل ہیں جو آپ نے اسلامی ریاست کے قیام کے فوراً بعد کیے جو بنو تمزہ، بنو مدلج، بنو اسلم، بنو کلب اور بنو خزاعہ جیسے قبائل سے ہوئے تھے۔ یہ معاہدات بہت ہی کارگر ثابت ہوئے۔

بلاشک رسول کریم ﷺ کی سیرت ہمارے لیے سب سے بہترین معیار ہے، جو زندگی کے کسی بھی شعبے میں ہماری ترقی اور کامرانی کا سبب اور ضامن ہے اور اسی سیرت طیبہ ہی کے ذریعے سے ہم اجتماعی فلاح اور ترقی کی منزلیں طے کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے حکمران رسول کریمؐ کی سیرت طیبہ اور آپکی طرز حکمرانی کا شیوہ اپنالیں تو کوئی شک نہیں کہ ہماری مشکلات فوری طور پر دور ہو جائینگی۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ وہ واحد حکمران تھے جو ہر ٹیڑھے کو سیدھا کرنے والا، ہر کج رو کو سیدھی راہ پر لانے والے تھے، ہر فاسد کی اصلاح، ہر ضعیف کی قوت، ہر مظلوم کیلئے انصاف ہر غمزدہ کیلئے ملجا تھے۔ رسول کریم ﷺ نے اس باپ کی طرح حکمرانی فرمائی جو اپنی اولاد کی ہر طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ اولاد چھوٹی ہوتی ہے تو ان کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، سیانی ہو جاتی ہے تو ان کو تعلیم دیتا ہے، زندگی بھر ان کیلئے کماتا ہے اور مرتے وقت سب کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆